ایم حمید اللہ جمیل ایڈووکیٹ

’’قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں‘‘

سیدنا آدم علیہ السلام ایک بے احتیاطی کی پاداش میں باغِ بہشت سے نکال دیئے گئے اور زمین پر اتار دیئے گئے۔ وہ اپنے پروردگار کے حضور نالہ وفریاد کرتے، آنسو بہاتے اور مغفرت کی التجائیں کرتے رہے: ’’اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘ (الاعراف:۲۳)

حضرت آدم علیہ السلام کی برسوں کی اشک فشانی، گریہ زاری اور پروردگارِ عالم کے حضور اظہارِ ندامت نے تاثیر دکھائی، پروردگار کی رحمانیت جوش میں آئی اور آپ علیہ السلام کو بخشش و مغفرت کی نوید سنا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم نے آپ کی دعوتِ حق کو ٹھکرا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا تو آپ اپنی قوم سے مایوس ہو کر چلے گئے۔ ربِّ عظیم نے اس پر سیدنا یونس علیہ السلام کو ایک عجیب وغریب سزا دیتے ہوئے مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ آپ اپنی بھول پر نادم ہوئے اور قادرِ مطلق سے معافی طلب کرتے رہے اور نالہ وفریاد کرتے رہے: ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔‘‘ (الانبیاء:۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام کی آہ و زاریاں اور التجائیں رنگ لائیں اور پروردگارِ حقیقی نے درگزر فرماتے ہوئے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی عطا فرمائی۔ پیغمبرِ اسلام سیدنا محمد ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ شب بھر اپنے معبودِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز رہتے اور ذکرِ الٰہی میں محو رہتے۔ اس پر اللہ ربّ العزت نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ وہ رات کے کچھ حصہ میں قلیل وقت کے لیے قیام کیا کریں۔ (مزمل:۱،۲،۳)

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تو حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے: ’’یا اللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لیے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ یا اللہ! میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضور ﷺ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور ﷺ کیا کریں گے۔ حضور ﷺ نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لمبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں حضور ﷺ روتے تھے اور فرماتے تھے: ’’اے رب! کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے

موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ یہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔'' پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں۔ اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اپنے اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ اور یقینی طور پر جنتی ہونے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر لحظہ فکرِ آخرت میں ڈوبے رہتے اور اکثر فرماتے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے، کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کتنے مزے میں ہے، کھاتا پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش! ابوبکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے' کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو۔ گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرا ہو۔

انبیاء و رسل اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانے، اُن کا تزکیہ کرنے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث کئے گئے۔ اُن کے نفوس تزکیے، بصیرت اور آگہی ایسے اوصاف سے منور ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے سینے پر ان عظیم ہستیوں کے وجودِ اطہر کو پا کر زمین ناز کرتی اور نیلگوں آسمان سائبان بن کر فخر کرتا ہے۔ خدا کے رسول اور نبی ہر طرح کی تنقید سے مبّرا اور تمام انسانی نقائص سے منزہ ہستیاں ہیں۔ اُن کے اعلیٰ وارفع مقام اور فلاح ابدی میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود انہیں حد درجہ فکرِ آخرت لاحق تھی اور وہ خشیتِ الٰہی میں ہر لمحہ ڈوبے رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بھی فکرِ آخرت سے معمور اور خوفِ خدا کی صفت سے مزین تھیں۔

قارئین کرام! یہ تو تھا اللہ کے برگزیدہ اور مقرب پیغمبروں اور صاحبِ تقویٰ صحابہؓ کا طرزِ حیات۔ اس کے برعکس ہمارا کردار کیا ہے؟ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہم اپنی لغزشوں اور خطاؤں پر ندامت محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم صبح سے شام تک اور شام سے شفق تک بحرِ عصیاں میں غرقاب رہ کر بھی پروردگار کے حضور معافی کے طلب گار نہیں ہوتے۔ صد حیف کہ ہم رکوع و سجود سے گریزاں، فکرِ آخرت سے آزاد، خوفِ خدا سے بے نیاز، نفس اور خواہش کے غلام اور صرف طالبِ دنیا بنے بیٹھے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ بقول اقبال:

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں　　　کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں